بعد متعہ کی تحریم نازل ہوئی، اور معمر کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے، ثم نسخ، پھر یہ نکاح منسوخ ہوگیا" فتح الباری ج ۹ ص ۹۷

حدیث ۲: عن سبرۃ الجھنی قال امرنا رسول اللہ صلعم بالمتعۃ عام الفتح حین دخلنا مکۃ ثم لم نخرج منھا حتی نھانا عنھا وقال عبدالعزیز بن عمر حدثنی الربیع بن سبرۃ ان اباہ حدثہ انہ کان مع رسول اللہ صلعم فقال، یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ، فمن کان عندہ منھن شئ فلیخل سبیلہ (مسلم)

سبرہؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دے دی، لیکن ابھی مکہ سے ہم نکلے نہیں تھے کہ متعہ کرنے سے ہمیں منع فرمادیا۔ عبدالعزیز ابن عمر کہتے ہیں کہ ربیع نے مجھ سے اپنے باپ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اس کا باپ سبرہؓ (فتح مکہ کے دن) حضورؐ کے ساتھ تھا، جب کہ حضورؐ نے یہ اعلان عام فرمایا کہ لوگو! میں نے تو تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، مگر اللہ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا۔ لہٰذا جس شخص کے پاس متعہ والی عورتوں میں سے کوئی عورت ہو تو اُسے رخصت کردے۔

حدیث ۳: عن علیؓ انہ قال لابن عباس ان النبی صلعم نھی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر، بخاری ج ۲ ص ۶۰۶) ورواہ مسلمؒ، والدارقطنی واحمد، وسعید بن منصور مع اختلاف فی اللفظ فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۷

بخاریؒ حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ (تم متعہ میں نرمی سے کام لیتے ہو) حالانکہ حضورؐ نے متعہ سے اور گھروں میں پالے گئے گدھوں کے گوشت سے خیبر کے دن منع فرمادیا ہے، امام مسلم، دارقطنی، امام احمد۔

لوگ لے کر اطراف عالم میں منتشر ہوگئے ہیں۔ اور اس پر بڑی باتیں ہونے لگی ہیں تو انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے اس (اباحت مطلقہ) کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ یہ تو ایک مردار کی طرح ہے جو سوائے مضطر کے اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔

بیہقیؒ اور خطابی کی یہ روایتیں فتح الباری میں مذکور ہیں۔

حدیث ۵، عن ابن ابی عمرۃ الانصاری انھا کانت رخصۃ فی اول الاسلام لمن اضطر الیھا کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر ثم احکم اللہ الدین ونھی عنھا (مسلمؒ)

ابن ابی عمرۃؓ فرماتے ہیں کہ متعہ بالکل مردار، خون خنزیر کی مانند ہے۔ ابتداء اسلام میں اس کی اجازت صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو شدید حالت اضطرار میں مبتلا ہوں۔ اس کے بعد اللہ نے اپنا دین مضبوط بنا دیا۔ اور متعہ کرنے سے ممانعت فرمائی

حدیث ۶، قال ابن شھاب اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عبد اللہ بن الزبیر قام بمکۃ فقال ان ناسا اعمی اللہ قلوبھم کما اعمی ابصارھم یفتون بالمتعۃ یعرض برجل (یعنی ابن عباس) فناداہ فقال انک لجلف جاف فلعمری لقد کانت المتعۃ تفعل فی عھد امام المتقین یرید بہ رسول اللہ صلعم فقال لہ ابن الزبیر فجرب بنفسک فواللہ لئن فعلتھا لارجمنک باحجارک، (مسند)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے عروہ ابن زبیر نے یہ خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے مکہ میں قیام کیا۔ ایک دن کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ میاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو متعہ کے جواز کے فتوے دیتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں سے خدا نے روشنی سلب کرلی ہے جیسے ان کی آنکھوں سے ظاہری بینائی سلب کرلی ہے۔ عروہ کہتے ہیں کہ اس سے ابن عباسؓ پر تعریض کرنی مقصود تھی۔ ابن عباسؓ نے اُسے آواز دے کر کہا کہ تم بڑے سخت مزاج اور کم فہم آدمی ہو۔ میں اپنی بقاء کی قسم کھا کے کہتا ہوں

کہ یہ متعہ آنحضرت صلعم کے مبارک دور میں کیا جاتا تھا جو تمام دنیا کے متقیوں کے امام اور پیشوا ہیں اس پر ابن زبیر نے کہا کہ اچھا تم اسے آزما کر دیکھو خدا کی قسم اگر تم نے متعہ کیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا

حدیث ۷ ، عن ابن عباس رضؓ انہ قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام ، کان الرجل یقدم البلد لیس لہ بھا معرفۃ فیتزوج امرأۃ بقدر ما یری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی اذا نزلت الآیۃ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم ، قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام (ترمذیؒ)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ متعہ ابتداء اسلام میں ایسی حالات میں جائز تھا جب کسی شخص کو ایسے شہر یا گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوتا جہاں اس کو کسی سے بھی جان پہچان نہ ہوتی۔ اس لیے مجبوراً مدت قیام تک وہاں کسی عورت سے نکاح کرتا۔ اور وہ عورت، اس کے لیے سامان کی حفاظت بھی کرتی اور دیگر معاملات اور حالات کی اصلاح بھی یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم ، تو ابن عباس نے فرمایا ، ہر عورت جو بیوی ، اور لونڈی کے علاوہ ہو ، وہ حرام ہے"

روایات کا ماحصل روایات سے حسب ذیل تین امور ثابت ہوتے ہیں ، جو بغرض تمہید الی الجواب ذکر کیے جاتے ہیں :

۱۔ متعہ عہد نبوی کی ابتداء میں مباح ، اور بعد میں حرام قرار دیا گیا ہے۔
اس دعوے کے ثبوت کے لیے دلائل وہ روایات ہیں ، جو مذکورہ بالا فہرست احادیث میں ۱ و ۲ و ۳ کے تحت گذر چکی ہیں۔

۲۔ متعہ کی ابتدائی رخصت صرف حالت اضطرار کے لیے تھی۔ عام حالات میں متعہ شرعاً کبھی بھی جائز نہیں سمجھا گیا ہے۔

اس رائے پر" کہ امام مالک خود متعہ کے جواز کے قائل تھے" تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت ثم یذکر فی کتب المالکیۃ انھا تجوز مع ان مالکا روی فی الموطاء حدیث علیؓ ان رسول اللہ صلعم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر، وعادتہ ان لا یروی حدیثا فی الموطاء الا وھو یذھب الیہ ویعمل بہ اھ نبایہ برحاشیہ ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۲

میں کہتا ہوں کہ اول تو کتب مالکیہ میں جواز متعہ کا ذکر ہی نہیں ملتا ہے۔ دوسرا امام مالکؒ نے اپنے موطا میں حضرت علیؓ کی وہ روایت بھی درج کی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضورؐ نے خیبر کے دن متعہ کرنے سے ممانعت فرمائی ہے، اور امام مالکؒ کی عادت یہ ہے کہ جس حدیث کو وہ موطا میں ذکر کرتے ہیں وہ ان کا مذہب اور اس پر ان کا عمل ہوتا ہے۔

بہر حال یہ ایک متفقہ فیصلہ ہے اہل سنت کے مابین کہ متعہ حرام ہے۔ علماء امت کی تصریحات سے اس اجماع کی مزید تشریح اور اس کا ثبوت سوال کے نمبر ۲ کے جواب میں آئے گا، جہاں ابن عباس کے رجوع پر بحث کی جائے گی۔

حرمت کے دلائل رہا یہ کہ حرمت متعہ کے دلائل کیا ہیں؟ تو اس بارے میں سلفؒ کی دو رائیں پائی جاتی ہیں۔ صحابہؓ میں سے صرف حضرت عائشہؓ اور تابعین میں سے قاسم بن محمدؒ، جو حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں۔ ان دونوں کی رائے یہ ہے کہ یہ حرمت سورۂ مومنین کی آیت کریمہ فمن ابتغی وراء ذلک سے ثابت ہے۔ جیسب ذیل روایات سے حضرت عائشہؓ اور قاسمؒ بن محمد کی رائے واضح ہے۔

۱۔ روی عن ابن ابی ملیکۃ ان عائشۃؓ سئلت عن المتعۃ، فقالت بینی، وبینھم القرآن، ثم قرأت الآیۃ، قالت فمن ابتغی غیر ما زوجہ اللہ او ملکہ یمینہ فقد عدا اھ کما لین، وروی مثلہ ابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن عائشۃ ا۔

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا، کہ میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کن قانون اللہ کی کتاب قرآن ہے پھر انھوں نے سورۂ مومنین کی آیت پڑھی اور فرمانے لگیں کہ جس شخص نے اپنی اس بیوی کے سوا جو خدا نے اس کے نکاح میں دے دی ہے ا۔ اپنا

روح المعانی ج ۵ ص ۵

لونڈی کے سوا کسی دوسری عورت کی تلاش کی۔ تو اس نے (شرعی حد سے) تجاوز کرلیا، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے بھی حضرت عائشہ رضؓ سے صحیح سندوں سے یہی روایت کی ہے،

یہ وہ روایات ہیں جن سے حرمت متعہ کے مأخذ کے بارے میں حضرت عائشہ رضؓ کا نقطہ نظر واضح ہوجاتا ہے۔

ذیل میں وہ روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے قاسم بن محمد کی رائے معلوم کی جاسکتی ہے۔ وہ روایات یہ ہیں۔

۲ اخرج عبد الرزاق وابوداؤد فی ناسخہ عن القاسم بن محمد انہ سئل عن المتعۃ فقال ھی محرمۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ وتلا قولہ تعالیٰ والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم۔ الآیۃ وتقرر وجہ دلالۃ الآیۃ علی ذلک ان المستمتع بھا لیست ملک الیمین ولا زوجۃ لہ فیجب ان لا تحل لہ اما انھا لیست ملک الیمین فظاھر واما انھا لیست زوجۃ لہ فلانھما لا یتوارثان بالاجماع ولو کانت زوجۃ لہ لحصل التوارث لقولہ تعالیٰ ولکم نصف ما ترک ازواجکم الآیۃ

روح المعانی ج ۵ ص ۵ کبیر ج ۲ ص ۱۸۳

ابوداؤد نے اپنی کتاب "ناسخ" میں اور عبدالرزاق نے قاسم بن محمد سے یہ روایت کی ہے کہ اس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ متعہ کتاب اللہ کی رو سے حرام ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی۔ والذین ھم لفروجھم الآیۃ اور حرمت پر آیت کے دلالت کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ ممتوعہ عورت نہ تو بیوی ہے نہ لونڈی۔ لہذا متعہ کرنے والے کے لیے کسی طرح حلال نہ ہوگی لونڈی تو وہ ظاہر ہے کہ نہیں ہے اور بیوی اس لیے نہیں ہے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے ہیں۔ حالانکہ بیوی ہونے کی صورت میں توارث قانون شرعی کی رو سے ضروری ہے"

اس روایت سے قاسمؒ بن محمد کا نقطہ نظر واضح ہوجاتا ہے۔

وھو قول ھٰذین الیومین فتکون قد حرمت ثلث مرات ولم أر احد اصرح بذلک اھ

باقی آیت کے متعلق تو یہ طے شدہ ہے کہ وہ بالاتفاق مکی ہے۔ پس حضرت عائشہؓ اور قاسم بن محمد کی رائے کے مطابق اگر آیت کو ثبوت حرمت کے لیے دلیل تسلیم کرلیا جائے تو مکی دور میں نزول آیت کے وقت میں بھی متعہ کی حرمت کو تسلیم کرنا پڑے گی جس سے تین دفعہ نسخ اور تحریم لازم آئے گی حالانکہ اس کی تصریح کسی عالم کے قول میں نہیں پائی گئی ہے۔"

مذکورہ بالا بحث کے بعد دونوں گروہوں کا مسلک ہمارے سامنے واضح ہوگیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ موخرالذکر مسلک کے حق میں دلائل ترجیح کیا ہیں۔ یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک اشکال کو رفع کرلیا جائے جو ترجیح کی توجیہ پر وارد کیا جاسکتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب یہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آیت میں "وراء ذلک" کے الفاظ اپنے عموم کے لحاظ سے جس طرح تمام صور زنا کو شامل ہیں اسی طرح متعہ بھی اس کے عموم سے خارج نہیں ہے کیونکہ ممنوعہ عورت بھی نہ بیوی ہے نہ لونڈی، جیسا کہ مزنیہ عورت نہ بیوی ہے نہ لونڈی۔ تو آخر متعہ کو آیت کے عموم سے بلا دلیل کیوں خارج کیا جاتا ہے اور زنا کی طرح داخل نہیں مانا جاتا ہے؟ حالانکہ علماء اصول فقہ کے ہاں یہ مسلمہ اصول ہے کہ لفظ عام کے تمام افراد عام کے حکم میں داخل ہوں گے۔ اور کوئی فرد اس کے حکم سے بلا دلیل خارج نہیں کیا جاسکے گا۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ عام کے حکم سے کوئی فرد بلا دلیل تو خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر دلیل سے بعض افراد عام کے حکم سے خارج کردئے جائیں تو یہ جائز بالاتفاق ہے مذاہب اربعہ کے ائمہؒ سب اس پہ متفق ہیں اور کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں ومذھب الائمۃ الاربع جواز تخصیص عموم القرآن بالسنۃ مطلقا وھو المختار اھ روح المعانی ج ۱۸ ص ۹ کسی آیت قرآنی کے عموم سے بعض افراد کی تخصیص سنت کے ذریعہ مذاہب اربعہ کے ائمہ کے

الآیۃ۔ البقرۃ ۔ رکوع ۲۹ اور دس دن ۔

اس آیت میں "ازواج" کا لفظ عام ہے۔ اولات الاحمال اور غیر سب کو شامل ہے۔ تو اس آیت کی رو سے اولات الاحمال کی عدت الوفات بھی دیگر عورتوں کی طرح چار ماہ اور دس دن ہونا چاہیے تھا لیکن آیت "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن" (حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو وضع کریں)، کے ذریعہ ازواج کے عموم سے اولات الاحمال کو خارج کر دیا گیا ہے، اور ان کی عدت الوفات وضع حمل ہے نہ کہ چار مہینے اور دس دن۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس پر اس قدر یقین ظاہر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اس پر مباہلہ کا چیلنج کیا تھا' یہ دونوں مثالیں صدر الشریعۃ کی کتاب توضیح میں "حکم العام" کی بحث میں مذکور ہیں۔ وہاں دیکھنا چاہیے۔

تخصیص الکتاب بالسنہ کی مثال | آیت قرآنی کے عموم سے بعض افراد کا اخراج جس طرح کتاب کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اسی طرح سنت کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا ہے اور اوپر روح المعانی کے حوالہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مسئلہ ائمہ اربعہؒ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس کے لیے بھی شریعت میں بہت سی مثالیں موجود ہیں مگر یہاں ان میں سے صرف ایک مثال پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں محرمات کی فہرست میں ایک 'میتۃ' دوسرا 'دم' بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ تمہارے لیے مردار اور خون حلال نہیں بلکہ تم پر یہ دونوں حرام کئے گئے ہیں۔ اس آیت میں المیتۃ اور الدم کے الفاظ عام ہیں۔ میتۃ میں مچھلی وغیرہ مردار سب داخل ہیں اور الدم میں جگر تلی، وغیرہ خون سب شامل ہے۔ تو آیت کی رو سے یہ سب چیزیں حرام ہونی چاہئیں تھیں لیکن سنت اور حدیث نے میتۃ کے عموم سے مچھلی کو اور الدم کے عموم سے جگر کو خارج کر دیا ہے اور دونوں کے لیے حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ حلال ہیں نہ کہ حرام ـــــ الحاصل مذکورہ بالا امثلہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ دلیل سے عام کے حکم سے بعض افراد کا اخراج جائز ہے۔ خواہ وہ دلیل کتاب ہو یا سنت۔ اور جو ناجائز ہے وہ تخصیص بلا دلیل ہے اور جب دلیل سے عام کے حکم سے بعض افراد کی تخصیص جائز ہو گئی۔ تو فمن ابتغی وراء ذلک میں وراء ذلک کے عموم میں اگرچہ متعہ بھی داخل ہو سکتا ہے

اس تحقیق پر زیادہ سے زیادہ جو اشکال وارد کیا جا سکتا ہے ، ایک تو یہ کہ تحقیق مذکور کی بناء پر متعہ کی حرمت سنت رسول اور احادیث سے ثابت ہوگی ۔ نہ کہ کتاب اللہ سے ۔ دوسرا یہ کہ ایک آیت کی تفسیر کے متعلق حضرت عائشہ اور قاسم بن محمد کی رائے کیوں رد کر دی گئی ؟ — ان دونوں اشکالوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلا اشکال تو دراصل کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ جو لوگ سنت رسول کو کتاب اللہ کی طرح ماخذ شریعت تسلیم کرتے ہیں ، اُن کو ضرورت کیا پڑی ہے کہ ہر حکم شرعی کے ثبوت کے لیے دلیل کتاب اللہ ہی سے تلاش کرتے رہیں ۔ حالانکہ ان کا ایمان یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں سے احکام شرع ثابت اور مستنبط ہو سکتے ہیں ۔ ان کے عقائد مقام رسالت ، اور منصب نبوت کے متعلق وہ نہیں ہیں ، جو منکرین حدیث کے ہیں بلکہ وہ اس تصور کے حامل ہیں کہ الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ (الحدیث) ("میری امت ! آگاہ ہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ مثل قرآن (سنت وحدیث) بھی من جانب اللہ عطا کیا گیا ہے") اور اس پر ان کو ایمان اور یقین کامل حاصل ہے کہ سنت کے بغیر الٰہی نظام شریعت کبھی اپنے اصلی رنگ میں قائم نہیں ہو سکے گا اور نہ یہ نظام الٰہی سنت سے کبھی علیحدگی قبول کر سکے گا ۔ اور نہ وہ اس تصور سے آشنا ہے ۔

اسی طرح دوسرا اشکال بھی کوئی وزنی اشکال نہیں ہے ۔ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تمام صحابہؓ و تابعین ، جمہور فقہاء و محدثین کی رائے پر حضرت عائشہؓ اور ایک قاسم بن محمد کی رائے کو ترجیح دی جائے حالانکہ اس سے منکرین حدیث کے لیے سنت رسول کو رد کرنے اور صحیح احادیث کو غلط ظاہر کرنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ قرآن اور حدیث کے مابین تعارض کی شکل پیدا ہوتی ہے ۔

کیا حرمت اباحت میں تبدیل ہوئی اس بارے میں علماء امت میں اختلاف پایا جاتا ہے ، قاضی عیاضؒ ، امام مازریؒ کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی حرمت میں نسخ نہیں ہوا ہے بلکہ ابتداءً غزوہ خیبر میں تحریم کا حکم دیا گیا تھا جس سے سابق اباحت رفع ہوگئی تھی اس کے بعد دیگر مواضع میں نہی کا مقصد سابق حکم تحریم کی اشاعت اور مزید تشہیر تھی نہ کہ جدید تحریم ۔ لیکن جمہور محدثین کی رائے میں حرمت و اباحت دونوں میں تکرار ہے ۔ غزوہ خیبر میں تحریم کے حکم سے سابق اباحت منسوخ ہوگئی اور فتح مکہ میں اباحت

حکم سے وہ حرمت منسوخ ہوگئی، جو غزوۂ خیبر میں حکم تحریم سے ثابت ہوئی تھی۔ اس کے بعد فتح مکہ ہی کے موقعہ پر جو ابدی تحریم کا حکم دیا گیا اس سے وہ اباحت منسوخ ہوگئی جو مکہ میں چند دن کے لیے ثابت ہوگئی تھی اور متعہ ہمیشہ کے لیے تا قیامت حرام قرار دیا گیا۔ محدثینؒ نے آخری رائے پر اظہار اعتماد کر لیا ہے۔

قال الماوردی، فی الحاوی فی تعیین موضع تحریم المتعة وجهان، احدهما ان التحریم تکور، لیکون اظهر وانشر حتی یعلمه من لم یکن علمه، لانه قد یحضر فی بعض المواطن من لا یحضر فی غیرها، والثانی انها ابیحت مرارًا ولذا قال فی المرة الاخیرة الی یوم القیامة، اشارة الی ان التحریم الماضی کان موذنا بان الاباحة تعقبه، بخلاف هذا فانه تحریم مؤبد لا تعقبه اباحة اصلا، وهذا الثانی هو المعتمد، ویرد الاول التصریح بالاذن فیها فی الموطن المتاخر من الموطن الذی وقع التصریح فیه بتحریمها کما فی غزوة خیبر ثم الفتح، وقال النووی الصواب ان تحریمها واباحتها وقعا مرتین فکانت مباحة قبل خیبر، ثم حرمت فیها ثم ابیحت عام الفتح ثم حرمت تحریما مؤبدًا ونقل غیره من الشافعی ان المتعة نسخت مرتین، (فتح الباری ج ۹ صفحہ ۱۳۹)

امام ماوردیؒ نے اپنی کتاب، حاوی میں لکھا ہے کہ تحریم متعہ کے لیے محل کی تعیین میں محدثین کے دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ تحریم کے حکم میں تکرار صرف اس لیے ہوا تھا کہ حکم عام لوگوں پر واضح اور زیادہ مشہور ہو جائے تاکہ جو لوگ پہلے تحریم کے موقع پر حاضر نہیں تھے وہ بھی اس حکم سے باخبر ہو جائیں کیونکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حکم کے موقع پر بعض لوگ حاضر نہیں رہتے ہیں۔ اور کسی دوسرے موقعہ پر وہ حاضر رہتے ہیں اس لیے ایسے مواقع میں تکرار حکم کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ جن لوگوں کو پہلے موقعہ پر علم حاصل نہیں ہوا ہے وہ اس دوسرے موقعہ پر علم حاصل کر سکیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ متعہ میں اباحت (و حرمت دونوں) مکرر ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے آخری دفعہ میں تحریم کے ساتھ "قیامت تک" کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ سابق تحریم کے بعد اباحت آنے والی تھی۔ اور یہ آخری تحریم ابدی ہے اس کے بعد قیامت تک اباحت نہیں آئے گی۔ یہ دوسرا قول محدثین کے ہاں قابل اعتماد رہا ہے، اور پہلا قول

تو بلا وجہ ان روایتوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے (اس لیے بہتر یہی ہے کہ متعہ میں اباحت و حرمت مکرر مان لیے جائیں) اور تکرار اباحت (و حرمت) سے کوئی مانع نہیں ہے۔

ابن عباسؓ کا مسلک ابن عباسؓ کے قول کے متعلق دو چیزیں تحقیق طلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر حالت میں جواز متعہ کے قائل تھے یا یہ کہ صرف حالت اضطرار میں ؟ دوسری یہ کہ وہ اپنے قول سے رجوع کر گئے ہیں یا کہ تا زیست اپنے فتوے جواز پر قائم رہے ہیں ؟ جہاں تک امر اول کا تعلق ہے اس کے متعلق ابن عباسؓ سے دو قسم کی روایتیں مروی ہیں۔ ایک صحیح روایتیں ہیں۔ دوسری ضعیف، صحیح روایات میں صاف اس امر کی تصریح ملتی ہے کہ ابن عباس صرف حالت اضطرار میں جواز متعہ کے قائل تھے، نہ کہ عام حالات میں، اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے، جو دوسرے صحابہؓ سے اس معاملے میں مروی ہیں، جن میں یہ تصریح آتی ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ صرف حالت اضطرار میں مباح تھا، اور عام حالات میں اس کی اجازت نہ تھی۔ دونوں قسم کی روایتیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ عن ابی جمرۃ قال سمعت ابن عباس یسئل عن متعۃ النساء فرخص فقال لہ مولی لہ انما ذلک فی الحال الشدید وفی النساء قلۃ اونحوہ، فقال ابن عباسؓ نعم، (بخاری ج ۲ ص ۷۶۷) وفی روایۃ البیہقی انما کانت یعنی المتعۃ رخصۃ فی اول الاسلام لمن اضطر الیہا، کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر واخرج الخطابی عن سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس لقد سارت بفتیاک

ابوجمرہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو میں نے سنا کہ ابن عباسؓ نے اس کی اجازت دے دی۔ اس پر ان سے ان کے ایک آزاد کردہ شدہ غلام نے پوچھا کہ یہ اجازت اس وقت ہوگی جب کہ عورتیں بہت کم اور حالات بہت سخت ہوں ؟ تو آپ نے فرمایا جی ہاں ! اسی طرح بیہقی کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ متعہ تو مردار، خون، اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے ابتداء اسلام میں اس کی اجازت صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو شدید حالت اضطرار میں مبتلا کیے گئے تھے۔

الركبان يعني في المتعة فقال والله ما بهذا افتيت وانما هي كالميتة لا تحل الا للمضطر۔
فتح الباری ج ۹ صفحہ ۱۴۸

اسی طرح خطابیؒ نے سعید بن جبیر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ متعہ کے بارے میں بہت سی جماعتیں آپ کا فتویٰ اباحت لے کر ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی ہیں اور اس پر بڑی باتیں ہونے لگی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو اباحت مطلقہ کا فتوےٰ نہیں دیا ہے (بلکہ یہ فتوےٰ دیا ہے) کہ متعہ تو ایک مردار کی طرح ہے جو مضطر کے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔"

یہ وہ صحیح روایات ہیں۔ جو خود ابن عباس سے مروی ہیں اور جن میں یہ تصریح ہے کہ ابن عباس صرف حالت اضطرار میں متعہ کے جواز کا قائل تھے نہ کہ عام حالات میں۔ ذیل میں دوسرے صحابہؓ سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے جو مذکورہ بالا روایتوں کے لیے مؤید ہے۔

۲۔ عن ابن ابي عمرة الانصاري، انها كانت رخصة في اول الاسلام لمن اضطر اليها كالميتة والدم ولحم الخنزير ثم احكم الله الدين ونهى عنها۔ (مسلم)

ابن ابی عمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ متعہ کی اجازت ابتدائے اسلام میں صرف مضطر لوگوں کے لیے تھی جیسے مردار خون، خنزیر کا گوشت، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مضبوط بنا دیا اور متعہ سے ممانعت فرمائی۔"

یہ روایات احادیث کی فہرست میں ۱۲ و ۵ میں گذر چکی ہیں۔ اور تمام سے یہ امر واضح ہے کہ ابن عباسؓ یا دیگر صحابہؓ جو جواز متعہ کے قائل تھے وہ صرف حالت اضطرار میں قائل تھے نہ کہ عام حالات میں البتہ بعض ضعیف روایات ایسی ہیں جن سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابن عباس حالت اضطرار کے ماسوائے دوسری حالتوں میں بھی جواز کے قائل تھے۔ حسب ذیل روایت سے جس کو ترمذیؒ نے نقل کیا ہے یہ خیال ظاہر ہو سکتا ہے۔

عن ابن عباس انه قال انما كانت المتعة

ابن عباس فرماتے ہیں کہ متعہ ابتدائے اسلام میں ایسی